

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ مَا
قَدَّرَ مِنَ الْعِظَمِ

اسماء الطيبة
از روح

ویدا اور قرآن کریم
مُرتباً

مولوی عبدالحق صاحب طیبہ پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے طبع کرایا
پاکستان اسلام آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْأَهْوَلُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى
 (اللہ مستجمع جمیع صفات کا ایک سوا کوئی وجود نہیں اسی کی ذات ستودہ صفات بہترین اسماء عالم کی واحد و حق ہے)

اسماءِ الہیہ کی فلاسفی

الحمد لله رب العالمين ۞ الرحمن الرحيم ۞ ملك يوم
 الدين الخ انزل سے لیکر جس قدر عالم منصفہ ظہور میں
 آئے۔ اور آئندہ ابد الابد تک جس قدر ظاہریوں کے ان تمام
 جہانوں کی اور پھر ہر جہان کے تمام زمانوں کی اعلیٰ اور ادنیٰ
 مخلوق کی تمام کی تمام جماعتوں اور امتوں کے ہر فرد کی خلقت تربیت
 ہدایت سعادت اور اعلیٰ سے اعلیٰ ارتقاء کے حصول کے لئے جس قسم
 کے بی شمار لائحہ و النوع و اقسام کے حسن و احسان اور جملہ جمالات
 کبریٰ کی ضرورت ہے۔ وہ کامل اور اتم طور پر اللہ تعالیٰ میں موجود
 ہیں۔ پس ایسی ذات جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے۔ تمام خوبیوں اور
 محامد کی مستحق ہے۔ ایسی ہی ذات ستودہ صفات کی ہم عبادت
 کرتے ہیں۔ اور اپنی بی شمار احتیاجوں اور ضرورتوں کے وقت اسی
 سے استعانت طلب کرتے ہیں۔ اسی کی ذات اور صفات کاملہ پر
 کامل غور اور تدبیر دنیا کی تمام بنا ہی خیر اور ہلاکت آمیز راہوں میں
 شیطانی اور مذہب باطلہ کی تمام تر ضلالتوں میں صراطِ مستقیم کی طرف
 راہنمائی کرتا ہے ۞ اس سے پیشتر کہ دنیا اور اسلام سے متوہ ہو۔ دنیا

میں ارشاد ہدایت کی راہیں یکسر سد ہو چکی تھیں۔ ایمان کا حسن حقیقی عصیانِ عالم کی تاریکیوں میں ڈوب چکا تھا۔ سرکشی اور ضلالت کے طوفانِ مذہبی دُنیا میں اُمنڈ اُٹے تھے۔ اور خدا کے مقدس ہمنوں کی صدیوں کی تیار کردہ عمارتیں اس کے اندر بہ رہی تھیں۔ خداوندِ عالم اپنے پلو تھے بیٹوں (ہر ہمنوں اور بنی اسرائیل) سے ناراض ہو گیا تھا۔ اور دُنیا اپنے پیارے اور حقیقی محبوب کے ازلی اور ابدی جمال سے یکسر غافل ہو چکی تھی۔ محبوبِ ازلی کا دُنیا میں نام (ذاتی نام) تک باقی نہ تھا۔ اور اس کا حسن و جمال یکسر محجوب اور مستور تھا۔ انسان کا شرف انسانیت پتھروں کے آگے ٹھکراتا پھرتا تھا۔ مولید ثلثہ میں گو پتھر (جمادات) سب سے اولیٰ اور افضل طبقہ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم انسان کی نابینائی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اُس نے اپنے آپ کو افضل المخلوقین میں گرا دیا تھا۔

اس دورِ فرعونیت اور سامریت ہند کے دورِ نظم اور وحشت میں زمین نئے سرے سے سنواری گئی۔ اور سعادتِ ارضی کی کھوئی ہوئی شرافت واپس لینے کے دن آ گئے۔ اور ظہورِ انسانیت کبرئے اور نعمتِ الہیہ عظیمیٰ لبِ بام آ گئی۔ اور دُنیا کو وہ چیز دی گئی۔ کہ جب کبھی وہ اٹھی تو اسی کو پا کر اٹھی۔ اور جب بیٹھی تو اسی کو کھو کر بیٹھی۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ اے انسان اگر تو ایک بے حقیقت علقہ سے مکرم و معظم انسان بننا چاہتا ہے۔ اور اپنے مقدمہ اور بقرہ عزت اور شرف کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنے رب کے نامِ دَالِدِ سَمِجِجِ صَفَاتِ كَامِلَةٍ سے پڑھ۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی وجود کی ہستی یا نیستی کا مجرد اقرار یا انکار انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک کہ اُس ہستی کی صفات اور حسنات سے استفادہ نہ کیا جائے۔ ہستی باری تعالیٰ کا اقرار بلاشبہ

تمام اقوام اور مذاہب میں کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پایا جاتا ہے۔ لیکن نظام عالم اور خصوصاً فطرت انسانی رکھونکہ انسان تمام کائنات میں مشرف اور معظم ہے) سے کامل طور پر مطابقت رکھنے والی صفات سے متصف اور پھر وہ خدا کہ جو کل مخلوق کی لاتعداد و نامتخصی احتیاجوں۔ کمزوریوں اور ضرورتوں کو کامل طور پر پورا کرنے والا خدا ہے۔ ایسے خدا کا نہ جو بد بلاشبہ اسلام کے سوا تمام مذاہب عالم میں آج بھی معدوم ہے۔ اور اسی کا نام قرآن کریم نے اللہ بتلایا

خدا کا اسم ذات وید میں کوئی نہیں

قرآن کریم کے سوا نہ تو وید میں اور نہ کسی اور دنیا کے مقدس صحیفے میں کوئی خدا کا ذاتی نام ہے۔ اس ذات کی صفات کاملہ کا ذکر صرف قرآن کریم میں ہی کیا گیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل تمام دیگر مذاہب جن صفات والا خدا پیش کرتے ہیں۔ وہ قطعاً قابل پذیرائی نہیں۔ علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں جس قدر عقائد یا طلہ پیدا ہوئے ہیں۔ وہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات پر قلتِ تدبیر سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پس مذاہب مختلفہ اور ملل مشتبہ میں حقیقی بابہ النزاع مسئلہ صفات باری ہی کا مسئلہ ہے۔ اس لئے ان تمام مذاہب کے اندر فیصلہ کی بہترین تدبیر ذات اور صفات باری تعالیٰ کی سچوتی ہے۔ اور یہی ایک سبب ہے کہ جس پر چلکر ہم مذاہب عالم میں اتحاد اور اتفاق کی بنیاد ڈال سکتے ہیں۔

قرآن کریم کہ جس کا مقصد وحید دنیا میں امن و سلامتی کی دعوت ہے۔ مذاہب عالم کو اسی طریق فیصلہ کی طرف جلاتا ہے

قل یا اهل الکتاب تعالوا الخ ا سے اہل کتاب
 ایک ایسے امر کی طرف آؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک
 ہے۔ یہ کہ ہم سب مستجمع جمیع صفات کاملہ اللہ ہی کو اپنے تمام
 نذکار و بار میں معبود مقصود اور مطلوب گردانیں۔ یہ امر ہر قسم
 کے شک و شبہ سے پاک ہے۔ کہ تمام مذاہب عالم خدا کی ہستی
 کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مانتے ہیں۔ بدھ مذہب اور جین
 دھرم بھی اپنے بدھوں اور جنوں کو خدا کا ہی مترادف سمجھتے
 ہیں، اور اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ ذات تمام صفات
 حسنہ سے متصف اور تمام رذائل اور نقائص سے منزہ اور
 مبرا ہے۔ پس اس لحاظ سے صرف ہستی باری تعالیٰ کے متعلق
 ہی ایک عقیدہ تمام مذاہب میں امر مشترک قرار پانے کے قابل
 ہے۔ اور یہ ایک مسئلہ امر ہے۔ کہ ہم امر مشترک پر ہی غور و تدبیر بحث
 اور نظر کرنے سے غیر مشترک امور کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور اس کے حسن و احسان کا صحیح علم
 نہ صرف مذاہب عالم میں اتحاد کی ایک بہترین سبیل ہے۔
 بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کے حسن و احسان کے صحیح علم کے بغیر
 اس کے سچے بھگت اور نیک عباد میں ذوق عبادت بھی پیدا
 نہیں ہو سکتا۔ پس روحانی منازل کے طے کرنے کے لئے بھی صفات باری
 تعالیٰ کا علم نہایت ضروری ہے۔ وہ بدقسمت انسان جو اللہ تعالیٰ کے
 متعلق یہ فاسد عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ اس میں گناہ کے معاف کر دینے
 کی طاقت نہیں۔ کیونکہ حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے
 اپنے گزشتہ گناہوں کے لئے معافی کی درخواست کر سکتا ہے وہ ایک
 ضعیف سے ضعیف اور تنگدل انسان کے آگے اپنے تقصیر کی معافی
 کے لئے جھٹک سکتا ہے۔ لیکن اپنے خدا کے حضور میں نہیں جھک
 سکتا۔ اس لئے کہ اس کو کسی گناہ کی معافی کا اختیار نہیں۔

آہ اس پر قسمت انسان کی یا اسی اور نا اُمید ہی پر افسوس کہ جس کی
 دل کی تڑپ اور روح کی بیقرار سی کاسکون اور قرار اس کی روح
 کے مالک اور جان کے پروردگار کے قبضہ اختیار میں نہیں اللہ تعالیٰ
 کی صرف اسی ایک صفت کا انکار کرنے سے مختلف مذاہب میں کئی
 باطل عقائد پیدا ہو گئے ہیں۔ کفارہ تثلیث۔ تنازع میعادی مکتی۔
 دسجات، غیر منقطع جہنم اور خداوند عالم کا صرف معمولی منصف
 کی مانند ہونا۔ یہ سب اشار اور اطلاق اسی شجر ملعونہ کے
 نتائج ہیں۔ اسی طرح سے خدا تعالیٰ کی قدرت تامہ کاملہ کے
 انکار سے قدامت مادہ اور تعدد آلہ جیسے خطرناک عقائد پیدا
 ہوئے ہیں۔ کیونکہ پرلے (قیامت) کے بعد مادہ کے اجزاء
 صغار کا صحیح و سالم رہنا اس امر کو مستلزم ہے کہ ان اجزاء
 صغار کی اب آئندہ تقسیم کسی بڑے سے بڑے سروشکستیان
 (قادر مطلق) کی قدرت تامہ کاملہ کی ہمت کا کام نہیں۔ ورنہ
 جس طرح سے مادی جسم اب تک باریک ہوتا چلا آیا ہے۔ آئندہ بھی
 اور باریک ہونے کی قابلیت اس کے اندر موجود ہونے کے
 باوجود کیونکر اپنے آپ کو مسلم رکھ سکتا ہے پس فنائے مادہ
 میں اگر کوئی نقص رہ جاتا ہے تو وہ نقص قسام کی نقص
 قدرت پر دال ہے۔ نہ مادہ کی قبولیت تقسیم پر کیونکہ جب تک
 مادہ کے اجزاء صغار موجود ہیں۔ وہ خارج از شکل نہیں ہو
 سکتے۔ پس لامحالہ ان کے لئے کوئی نہ کوئی شکل ضرور ہوگی اور
 انسانی ذہن کوئی ایسی شکل تصور نہیں کر سکتا کہ جو تصنیف
 اور تقسیم سے مبرا ہو۔ پس سالمات مادہ مستلزم شکل ہیں۔
 اور شکل مستلزم تقسیم اور انسانی ذہن قطعاً اس امر سے قاصر
 ہے کہ وہ مادہ کو مفرد محض تصور کر سکے۔ پس مادہ کے اجزاء

زبانِ حال سے اپنی فنا کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ہاں اگر ان اجزاءِ صغارا کی تقسیم کسی حد پر جا کر رک جاتی ہے۔ تو وہ قسامِ قدرت کی قوت کے ختم ہو جانے پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی مثال ایک سیٹیم رولر اور پتھر کی مثال ہے جسقدر زیادہ طاقت کا سیٹیم رولر ہوگا اسیقدر زیادہ باریک پتھر کو پس دیگا۔ اور جسقدر کم طاقت کا سیٹیم رولر ہوگا۔ اسیقدر موٹا پیس دیگا۔ پس اگر خدا کی طاقت ایک معمولی سیٹیم رولر کی طرح محدود ہے۔ تو بیشک مادہ کے اجزاءِ صغارا اپنے قیام بقا میں خدا کی طاقت سے بڑھ کر ہو گئے۔ ورنہ ممکن نہیں کہ خدا کی لامحدود طاقت اور قدرتِ تامہ کے بالمقابل اجزاءِ صغارا اپنے تہرہ اور تکبر کو قائم رکھ سکیں۔ اور اس نپٹے سے ذرے کو خدا کے بالمقابل یہ کہنے کا موقع مل سکے۔

نہ خنجر احمٹیکا نہ تلوار اُن سے بہ وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں
 اس نپٹے زبان سے اس شعر کا لطف اور بھی دو بالا ہوگا۔ کہ جبکہ آریہ سماج کے عقیدے کے مطابق ازل سے یہی مادہ ترکیب پذیر ہوتا اور فساد قبول کرتا چلا آیا ہے۔ اور ہر فساد کے وقت خدا کی قدرت نے اس نپٹے ذرے کے بالمقابل منہ کی کھائی ہے۔ اور ایک بار بھی اس سے باریک تر کرنے پر قادر نہیں ہوا۔ پس اس فاسد عقیدے سے یہ امر روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ ان لوگوں نے خدا کو کس قدر پست بہت اور کمزور قرار دیا ہے الغرض مختلف مذاہب میں جس قدر عقائد باطلہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ زیادہ تر صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق ناواقفیت ہی ہے۔ قرآن کریم کے اگر دیگر محاسن و محامد کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو بھی ذاتِ باری اور صفاتِ الہی کے متعلق

اس قدر بینظیر اور اچھوتا بیان اس کے اندر موجود ہے کہ جس کی مثل تمام دنیا کی دیگر کتب مقدسہ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اور پھر ان اسماء کو ایسے دلائل کا طعہ اور براہین سا طعہ سے ثابت کرتا ہے۔ کہ ایک قلب سلیم کے لئے ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر ایک اسم اللہ کو ہی لے لیجئے۔ قرآن کریم نے جہاں کہیں اس اسم کو بیان کیا ہے۔ بطور موصوف بیان کیا ہے۔ اور کہیں ایک جگہ بھی بطور صفت کسی دوسرے نام کے بیان نہیں کیا۔ جس سے صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ کیونکہ صفات ذات سے ہی وابستہ ہوتی ہیں۔ اور ذات کسی دوسرے موصوف کی صفت نہیں ہو سکتی پھر تمام قرآن کریم میں لفظ اللہ کو صفات اور صفاتی ناموں سے مقدم بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے تیسرے یہ کہ تمام صفات حسنہ کا مرجع سوائے اللہ کے اور کسی صفاتی نام کو نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ تمام صفات حسنہ کا جہاں کہیں ذکر کیا۔ وہاں لفظ اللہ کو ہی موصوف ٹھہرایا۔

الحمد لله تمام صفات حسنہ صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں تبارک اسم ذوالجلال واکرام۔ تیرے رب کا نام ر اللہ، تمام برکات عظمیٰ کا سرچشمہ ہے۔

اللہ لا الہ الا ہولہ الا سماء الحسنی۔ اللہ المستبح
 جمیع صفات کاملہ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی ذات
 ستودہ صفات بہترین اسماء عالم کی واحد حقدار ہے۔

ان تمام متذکرہ عدد آیات میں اسم ذات اللہ کو تمام صفات
 حسنہ کا مرجع ٹھہرایا گیا ہے۔ اور کسی صفاتی نام کو.....
 نہیں ٹھہرایا گیا۔

آسمان کی اس نیلی چھت کے نیچے کسی قوم کسی مذہب کو خداوند
عالم کا ذاتی نام بجز اللہ نہیں دیا گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھو۔ کہ
اس نام کا اطلاق بجز اللہ کے کسی دیوتا غیر اللہ محبوب
پر قطعاً نہیں کیا گیا۔ اسی راہ کو قرآن کریم نے ایک مختصر سے
جملے **هل تعلم له سمياً** میں ادا کیا ہے۔ فاضل مؤلف
لسان العرب اسم اللہ کی بابت صاف لکھتا ہے۔ **اسم مختص لله**
تعالیٰ کا بجز **ذات** **یسمى** **به** **غیر**۔ **الله** یہ نام صرف مجمع
جمع صفات کاملہ اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔ اس کے سوا کسی چیز
کے لئے اس لفظ کا استعمال قطعاً جائز نہیں ہے۔

اب ان تمام دلائل اور برہانوں سے ثابت ہے کہ اسم ذات میں
جس قدر شرط کا پایا جانا لازمی ہے۔ وہ سب کی سب لفظ **الله**
کے بارے میں موجود ہیں۔

اب جبکہ انسان نے اپنی تمام تر ترقی
کیا **اوم ذاتی نام ہے** | کا مدار دوسروں کی کا سہ لیبی اور

نقل کو قرار دے لیا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا تھا کہ اسلام کی اس
رودستی کے جواب میں غیر مذاہب خاموشی اختیار کرتے ہمارے
اس زمانے میں بیسویں صدی کے مشہور ہندو ریفاہر نے اسلام
کی دیکھا دیکھی لفظ **اوم** کو خدا تعالیٰ کا ذاتی نام قرار دے لیا
انہیں تو صرف جواب سے غرض تھی۔ ان کی بلا سے خواہ اس لفظ
اوم کے اللہ اسم ذات کی شرائط موجود ہوں یا نہ ہوں۔

وہ قوم کہ جس کی تمام تر گرم بازاری روز اول سے ہی دیگر
مذاہب کی خوردہ گیری اور طعن و تخریب پر منحصر سمجھی گئی ہے۔
ہاں وہ قوم کہ جس نے کل خدا پرست قوموں کے خدا اور ان کے
بزرگوں کی جذبہ انگیز مضحکہ خیزی میں اپنی ترقی کے خواب دیکھے

ہیں۔ اور پھر وہ قوم کہ جو کل دُنیا کے گوش ہوش میں دیدیجولان کا حلقہ ڈالنا چاہتی ہے۔ مبادیات الہیات کے ادنیٰ اصولوں سے کس قدر ناواقف ہے۔ وہ خداوند عالم کا ذاتی نام خود تجویز کرتی ہے۔ اور طرفہ یہ ہے۔ کہ اسم ذات کے شرط اور حدود سے قطعاً ناواقف ہے۔ اس لفظ اوم کے اندر تمام شرائط اسم ذاتی کا پایا جانا تو بجائے خود کہی ایک شرط کا وجود بھی اس کے اندر موجود نہیں پھر کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ تمام کتب سماویہ کی تضحیک اور تحقیر کرتے ہوئے خود اپنے مقدس ذخیرہ تعلیمات میں اپنا ہی تجویز کردہ خدا کا نام مطلقاً نہیں رکھتی کیا تم اس بات پر نازاں ہو۔ کہ تم نے غیروں کے بالمقابل خدا کا ذاتی نام تراش لیا۔ جاؤ۔ چاروں دیدوں کو اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ پھر اپنے بڑے بڑے ارباب حل و عقد کو ساتھ لاؤ۔ اور ہر چہارو دید کا لفظ لفظ پڑھ جاؤ۔ جوں جوں تم دیدوں کے خاتمہ کی طرف بڑھتے جاؤ گے۔ تمہاری حسرت اور بایوسی بڑھتی جائیگی۔ کیونکہ تم لفظ اوم کو چاروں دیدوں میں ہمہ صفت موصوفہ خدا کے معنوں میں قطعاً نہ دیکھو گے۔

ایش اینشد کا آخر (صہیہ یجروید) شاید تمہیں مشتبہ میں ڈالے کہ اس کے خاتمہ پر لفظ اوم دو دفعہ (دو بار) اور (یک بار) موجود ہے۔ مگر کل کے کل مختلف قدیم یجروید کے نسخوں کا باہم مقابلہ کرنے سے تمہارا یہ شبہ یکسر مٹ جائیگا۔ کیونکہ یہ تینوں لفظ اوم۔ کھم اور برہم آخری منتر کا مرکز حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ کسی نے بعد میں ایسا ذکر دیا ہے۔ چنانچہ یجروید کے آج جس قدر نسخے ملتے ہیں ان میں سے یجروید کی کچھ ساکھتا دیجروید کا وہ نسخہ جو کچھ رشی سے منسوب ہے۔۔۔ منتر اسی ساکھتا (منسوب بہ میرا ان رشی)،

تیسری سنگھٹا (جس کا دوسرا نام سیاہ پیر وید ہے) اور واجسنی سنگھٹا جو سفید پیر وید کے نام سے مشہور ہے۔ ان تمام مختلف نسخوں میں پہلا منتر قریباً سب میں یکساں ہے۔ لیکن آخری منتر مختلف ہے۔ اور کیا مزے کی بات ہے کہ اوم۔ کھم اور برہم یہ تینوں الفاظ متنازعہ نسخہ کو چھوڑ کر اور کسی نسخہ کے آخر پر موجود نہیں۔ پھر اگر فی الواقع اوم ایشور کا ذاتی نام تھا تو جس طرح بقول آریہ سماج وید کے سوکتوں کے سر پر اکثر مختلف اسماء الہی کا عنوان دیا گیا ہے۔ کم از کم کسی ایک سوکت پر ہی اوم نام دیا ہوتا۔ مگر کسی سوکت کا دیوتا اوم ویدوں میں موجود نہیں۔ افسوس ہے کہ اگنی اور اندر کے راک تو اس قدر ویدوں میں گائے گئے ہیں۔ کہ تکرار مضمون نے فصاحت کلام کو یکسر ملیا میٹ کر دیا ہے۔ مگر اوم ہاں خدا کا اعلیٰ اور افضل ذاتی نام چاروں ویدوں میں کسی جگہ بھی قابل ذکر نہیں سمجھا گیا۔ اگنی یا اندر اگر خدا کے ذاتی نام قرار دیئے جاتے تو کوئی بات بھی کھتی۔ مگر اوم تو چند مرتبہ سے زیادہ وید میں آیا ہی کہاں ہے۔ آریہ پریس اجمیر کے طبع شدہ ویدوں کے علاوہ۔ کیونکہ انہوں نے اکثر وید کے ریشیوں اور دیوتاؤں میں خواہ مخواہ کتر بیونت کر دی ہے۔ (پنڈت سات ویکر) اور پھر ہمہ صفت موصوف خدا کے معنوں میں وید میں ایک دفعہ بھی وارد نہیں ہوا۔ ویدوں کی لغت نزکت اور ناگھٹو میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ یہ ہمہ صفت موصوف ایشور کا نام ہے۔ البتہ رگ وید ۱۹۴ کے منتر ۱۷۰ اکھشر پر م دیوسن الہ کی تشریح کرتے ہوئے نزکت نے صرف یہ لکھا ہے۔ کہ اس منتر میں اکھشر سے علامہ شاکتپونی اوم مراد لیتے ہیں۔ لیکن نزکت کے جس حصہ

میں یہ منتر تشریح کیا گیا ہے۔ وہ حصہ علامہ یاسک مصنف
نرکت کا نہیں۔ کیونکہ آریہ سماج میں امر مسلم ہے کہ نرکت
صرف ۱۲ باب ہے۔ اور باقی کے ۲ باب بعد میں ملائے گئے
ہیں۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ یہ حصہ نرکت کا
ہی ہے۔ تو بھی فاضل مصنف اس کو شاکیپوئی کی طرف منسوب
کرتا ہے۔ ان معنوں پر اپنی تصدیق نہیں کرتا +

ثانیاً شاکیپوئی کے بیٹے کا مذہب یہ ہے۔ کہ اکھشتر سے مراد
سورج ہے۔ اور رجاؤں سے مراد اس کی کرنیں ہیں۔ پس اس
حاصل کے نزدیک اکھشتر سے مراد اوم نہیں۔ بلکہ سورج ہے
اور بلحاظ سلسلہ مضمون یہ معنی زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتے
ہیں۔ کیونکہ اس سے پندرہ اڑتیسویں منتر میں کل بھاشیہ کار
مفسر، سورج کا ذکر سمجھتے ہیں۔

آء! اب ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ اس منتر کا مطلب کیا ہے
دریچو، تعریفی گیت۔ (اکھشتر، حرف میں۔) پریم یومن، آسمان
اعلیٰ میں ہیں۔ (بیسین، جس میں دوشو دیوہ) سب دیوتا (ادی
نشیدوہ) رہتے ہیں (دیہ، جو) (ت) اس حرف کو دند دیدہ) نہیں
جانتا (کم کر شیتی) کیا کریگا۔ (دریچا، تعریفی گیت سے دیہ) جو
رات (ت) اسکو دودوہ) جانتے ہیں۔ (تے، وہ) (ائے) ہی
(سم آستے) اکٹھے بیٹھے ہیں۔

مطلب :- تعریفی گیت آسمان اعلیٰ پر حرف میں ہیں۔ جس
آسمان میں سب دیوتا رہتے ہیں۔ جو اس حرف کو نہیں جانتا (یعنی
گیت اس کے لئے فضول ہیں۔ اور جو اس حرف کو جانتے ہیں
وہی ہم پیالہ وہم لوالہ ہوں گے۔
اس لئے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہو سکتے ہیں :-

(۱) چونکہ ر جاؤں سے مراد اکثر رگوید کے منتر لئے جاتے ہیں۔ اس لئے رگوید کے منتر آسمان اعلیٰ پر حرف میں ہیں (۲) اسی جگہ دیوتا رہتے ہیں۔

(۳) جو اس حرف کو جس میں رگوید کے منتر ہیں نہیں جانتا۔ رگ وید اُس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

(۴) جو اُس حرف کو جانتے ہیں۔ صرف اسی کے جاننے سے ہم جلیس ہوں گے۔

(۵) اگر حرف سے مراد اوم لی جائے۔ تو اوم کو تیسرے آسمان پر ماننا پڑے گا۔

(۶) جو اوم کو نہیں جانتا۔ رگ وید اُس کے لئے فضول ہے۔ حالانکہ جو رگوید کو جانے اسی کو اوم

کا علم ہونا چاہئے۔ کیونکہ خدا کی ہستی کا علم اُس کی کتاب سے ہی ہوتا ہے۔ اگر کتاب اُس کا علم نہیں دیتی تو

وہ کتاب خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے منڈک اپنشد جیسی معتبر کتاب میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اس

اکھشر کا علم دیدوں سے نہیں ہوتا۔ کیا عجیب بات ہے کہ وید بھی وہی کہتا ہے۔ جو اُس مقدس رشی نے کہا

پس اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ اس اکھشر کا اگر اس سے فی الواقع ایشور مراد ہے۔ جیسا کہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے)

کوئی علم دیدوں میں نہیں۔

(۷) پس دیدوں میں اوم کا کوئی ذکر نہیں۔ خود وید سے ہی ثابت ہو گیا۔ فہو المقصود۔

(۸) فقرہ نمبر ۳ اور ۴ یہ روز روشن کی طرح ظاہر کر رہے ہیں کہ تماشہ کامیابی اور فلاح کا دار و مدار اس اکھشر کے علم پر منحصر

ہے۔ اور وہ علمِ رگ وید سے حاصل نہیں ہو سکتا۔
 (۹) بلاشبہ تسمیہ کا میابی اور فلاح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات
 کے علم پر منحصر ہے۔

(۱۰) چونکہ تسمیہ کا میابی اور فلاح کے حصول کے لئے رگوید کا پڑھنا
 فضول ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا کوئی ذکر وید
 میں نہیں ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

پس ان تمام متذکرہ صدر و لائل اور براہین سے اور خود
 وید بھگو ان کی شہادت سے یہ امر پائیہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ نہ
 تو اوم وید سے خدا کا نام ثابت ہوتا ہے اور نہ لغت سے
 بلکہ الٹا خود وید اور اپنشد کی شہادت سے ثابت ہے کہ دیدوں
 میں خدا کی ہستی کا کوئی ذکر نہیں۔

ان مصدری معنوں کی رُو سے زیادہ سے زیادہ یہ کہا
 جا سکتا ہے۔ کہ چونکہ اوم اور مصدر سے مشتق ہے۔ اس لئے
 اس کے معنی حفاظت کرینوالے کہہ سکتے ہیں۔ اور چونکہ یہ ایک
 عمدہ صفت ہے۔ لہذا خدا کا نام ہونے کے قابل ہے لیکن
 جہاں یہ لفظ اپنے مصدری اشتقاق کی رُو سے اپنے اندر ایک
 خوبی رکھتا ہے۔ وہیں یہ اس امر کو بھی بالبداہت ثابت کر دیتا
 ہے۔ کہ یہ نام خدا کا ذاتی نام قطعاً قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ
 اشتقاق اور مصدر الفاظ میں عمومی معنوی پیدا کر دیا کرتا
 ہے۔ پس ہر حفاظت کرینوالے کو بلا لحاظ کیفیت و کمیت اوم
 سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے اوم یا وید
 خدا کا نام بھی ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے اوپر ہونے کے سبب
 سے آسمانی بلاؤں سے ہمارا محافظ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قدیم

ہندو اس وسیع کردہ بالائی کو تین حصص پر تقسیم کرتے تھے۔ جو ہمارے سر کو مس کرتا ہے۔ اسکو اوم اور جو اس سے اوپر ہے اسکو کھم اور جو ان سب سے اوپر ہے اسکو برہم کہتے تھے۔ اور اس کی دوسری تقسیم اپنشدوں کی اصطلاح میں شرک، تیرہم اور شبل برہم ہے۔ لیکن صحیح اور حقیقی اسم ذات کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ذات کی تمام دوسری صفات پر مشتمل ہو۔ پس اوم خدا کا ذاتی نام ہرگز نہیں۔ اب اگر کوئی صاحب یہ غلطی لٹک پیش کریں کہ اوم اگر خدا کا ذاتی نہیں۔ تو نہ سہی صفاتی تو ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند نے بھی باوجود اسکو ذاتی نام قرار دینے کے اسکو صفاتی ناموں کی ذیل میں بھی رکھا ہے سو یاد رہے کہ اوم خدا کا نام نہ ذاتی نہ صفاتی کوئی بھی نہیں۔ کیونکہ اول دپدوں میں الینورجی نے کہیں نہیں کہا کہ میرا نام اوم ہے دوم لغت وید درکت اور ناگھنٹو میں کہیں نہیں لکھا کہ یہ ایشور کا نام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ اوم زبان عربی کے لفظ اُمن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی حفاظت کے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں انہی معنوں میں آیت و اذ جعلنا البیت مناباً للناس و اُمناً میں آیا ہے۔ اور زبان سنسکرت میں اوم اور ویرومن خدا کو کہتے ہیں۔ کیونکہ قدم آر یہ آفات سماوی سے محفوظ رہنے کے لئے اُس سے دُعا مانگتے تھے۔ اسی مصدر اُمن سے مشتق ہونے کی وجہ سے اوم کے معنی مان لینے۔ قبول کرنے اور آمین کے بھی آتے ہیں۔ دیکھو امرکوش کا نڈس ورگ ۴۴۔ سچوید ۱۱۱۔ اوم۔ کھم اور برہم کے مفروضہ منتر میں بھی ہیں اوم خدا کا صفاتی نام نہیں۔ بلکہ اوم کے معنی محافظ۔ کھم کے

معنی خلا اور برہم کے معنی بڑا یعنی حفاظت کرنیوالا بڑا خلا۔

غرض ویدوں میں کہیں بھی لفظ اوم بطور خدا کے صفائی نام کے
کہی و اردو نہیں ہوا۔ بلکہ خلا کی صفت میں آیا ہے۔

اگر کوئی محاشے اس بات پر متوجہ ہوں کہ چونکہ شستہ برہمن
اور منوسمتری میں وید کو اوم سے شروع کرنے کا حکم ہے لہذا
اوم خدا کا نام ہے۔ تو گویا ایک بے معنی سی دلیل ہے۔ تاہم
اتمام حجت کے لئے واضح ہو کہ شستہ کا نڈ اول ادھیائے م
برہمن اکند کا اسے ۳ تک سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں گویا
پڑھنے وقت اوم پڑھنے کا حکم ہے۔ وہاں سام پڑھنے وقت
بین پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شستہ کے الفاظ اس طرح پر ہیں۔
بین کرتیہ سام گیتے۔ پس سام وید بین کرنے کے بعد گایا
جاتا ہے۔ اگر پہلے اوم کہنے سے اوم خدا کا نام ہو جاتا ہے
تو آخر میں بین کہنے سے۔ بین بھی خدا کا نام ہونا چاہئے۔
لیکن ایسے موقع پر یہ دونوں لفظ گانے کی سرکام دیتے ہیں۔
اور بس۔ پس گانے کی سرکیسے خدا کا نام قرار دی جاسکتی ہے۔

وید میں خدا کے صفائی نام

کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا وحشت اور بربریت کے عہد تاریک میں
عجیب و غریب پتھروں۔ نادر اور عظیم درختوں۔ خوناک اور
مہیب جانوروں کے آگے اپنا سر نیاز خم کرتی تھی۔ اور دیوتا
جیسے باعزت لقب سے ان کو یاد کرتی تھی۔ ان دیوتاؤں کی
خلقت عام خلقت سے ارفع اور اعلیٰ سمجھی جاتی تھی۔ گو وہ
خود خدا نہ تھے۔ تاہم وہ غذائی ملکوتیت اور قدوسیت کے
نظر اتم خیال کئے جاتے تھے۔ گو وہ بطاہر بے جس و حرکت
نظر آتے تھے۔ سگر وہ ان جاہر اور قہار دیوتاؤں کا سکن تھے

کہ جن کے اولیٰ اشارے سے دُنیا جہان تباہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے انسان کا نرم اور نازک دل اُن کی سویر ادبی اور نازک منگی کے خیال سے سینہ میں پتھر پتھر اتا تھا وہ خود انسان کی روح اور جسم کے پیدا کر نیوالے نہ تھے۔ مگر وہ ان کو انسان سے چھین ضرور سکتے تھے۔ پس انسان خوف اور طمع سے اُنکے حضور تمام لوازم عبودیت سجالا تا تھا۔ گو اُن کے کان تکلم آشنا نہ تھے۔ تاہم انسان کی تفریح اور زاری انہی کے لئے خاص تھی۔ گو وہ بظاہر ہر قسم کی خیر و خوبی سے یکسر خالی تھے۔ تاہم انسانی فلاح اور بہبودی کا رشتہ انہی کے تصرف میں سمجھا جاتا تھا۔ اُن کی شان گو جُود اور خُود کا منظر اتم تھی۔ تاہم انسان کی تمام تر فتوحات اور کامیابیاں انہی کے زورِ بازو پر منحصر تھیں۔ ان کی ذات تمام قسم کے رذائل سے منزہ اور اُن کا وجود ہر نوع کے نقصان سے معرّا سمجھا جاتا تھا۔ گناہ صرف اس وقت تک گناہ تھا جبکہ وہ انسان سے سرزد ہوا۔ لیکن جوہنی کسی دیوتا سے اس کا صدور ہوا۔ وہ عین خیر و خوبی اور ثواب کا کام تھا۔ غرض ایک قادر اور مقتدر خدا کے لئے جن صفات کا ہونا لازمی ہے اس سامریت ہند اور دور فرعونیت میں وہ تمام صفات ان کے دیوتاؤں۔ اوتاروں اور معبودوں کے اندر موجود سمجھی جاتی تھیں۔ ہذاوند قدوس کا تحت جلال ۳۳۳۹ دیوتاؤں (رگ وید ۳۹) پچھ وید ۳۳) اور ۳۳۳۳ (پتھر وید ۱۱) گذر و دن دستاؤں دیوتاؤں، اور قریباً اتنی ہی دیویوں اور دیوتاؤں کی بیویوں پر بٹا ہوا تھا۔

آہ! انسان اپنے کثرتِ آلہ کے دورِ حکومت میں کس قدر مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہوگا۔ جبکہ وہ اپنی مختلف ضرورتوں احتیاجوں اور کثمتوں میں مختلف دیوتاؤں کی طرف سرگرداں پھرتا

ہوگا۔ ایک سے بائوس ہو کر دوسرے کی طرف اور دوسرے کے آستانہ سے محروم ہو کر تیسرے کی طرف۔ حکذا الی غیر النہایتہ۔ ہر دروازہ پر پیرید و بیم اور خوف ورجا کی کشمکش میں پہنچتا ہوگا۔ اور ہر در سے بائوس ٹھکرایا جاتا ہوگا۔ اس یاس آمیز ماسم کو ایک رشی کی زبانی منو۔ رگ وید ۱۱ کسپہ نو سنم کتسیہ امرتا نام منا ہے چارہ دیوسپہ نام کو نو مجھیا ادتے پتروات پترم چہ درشیم ناترم چہ۔

آہ کس دیوتا کا ہم خیال کریں۔ اور لافانیوں میں سے ہم کس کا پیار نام لکریں۔ اور کون ہم کو بڑی ادنی دیوی تک پہنچا دے گا۔ تاکہ ہم اپنے ماں باپ کو دیکھیں۔

ششہ شیب رشی اچی گرت کا تخت جگہ قربانی کے ستون سے بندھا ہوا کس درد سے پکارتا ہے۔ کہ میں کس دیوتا کے آگے التجا کروں کہ وہ مجھ کو اس حرام کی موت سے بچالے۔ اس کے اگلے منتروں میں بیچارہ ششہ شیب کبھی آگنی دیوتا کو مدد کے لئے بلاتا ہے۔ کبھی سادترشی دیوی کے حضور فریاد کرتا ہے۔ اور کبھی دردنا دیوتا کی خفگی اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ عرض الغریق ینشبت بالحنشیش۔ دُنیا اس ظلمت و حسرت اور بربیت کے مہدِ ظلم میں گھری ہوئی تھی کہ ناگہان فطرتِ انسانی میں دبی ہوئی چنگار می چمک اٹھی انسان اپنے کثرتِ آلمہ سے بیزار ہو بچھا۔ مگر آبا و اجداد کی صدیوں کی اصنام پرستی آڑ سے آئی بزرگوں کے دیوتاؤں سے کیسے مٹا موڑ لینا آسان کام نہ تھا۔ لاچار ہیں کثرت کو کسی وقت کے بچنے لانے کی تجویز ٹھہری۔ عقلِ انسانی ویسے بھی کثرت کی تنہیم کے لئے اسکو کسی وحدت کے ماتحت لانے پر مجبور ہوتی ہے وقوفِ نفس چونکہ ایک ہی ہے اس لئے انسان غیر محدود اشیاء کو سمجھنے کے لئے اُنکو مختلف انواع اور اجناس میں تقسیم کر لیا کرتا ہے اسی

طرح - قوت متخیلہ کسی شے کی تصویر نہیں کھینچ سکتی - جب تک کہ وہ کل شے کے اجزاء کو ایک نظم میں منسلک نہ کر لے۔ فطرت انسانی کے اس خاصہ عظیمہ کے ماتحت ہندوؤں نے یونانیوں کی کثرت فی الوجدت کے اصول پر اپنے دیوتاؤں کو قسم وار تقسیم کرنا شروع کیا۔ یہ تقسیم دو طرح پر عمل میں لائی گئی ایک تو بلحاظ مختلف دیوتاؤں کے اشتراک مکانی اور ساکن کے اور دوسرے بلحاظ اشتراک اوصاف اور افعال۔ بلحاظ اشتراک مکانی دیوتا کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا آگنی وغیرہ دیوتا مسکن زمین اور دیو وغیرہ کا خلا اور سورج وغیرہ کا مقام آسمان قرار پایا۔ دترکت دیوت کا نڈ) اور بلحاظ اوصاف و افعال کے بھی دیوتا مختلف اقسام میں تقسیم کئے گئے۔ چنانچہ آگنی - اندر - برتر - اور ورن کو ایک ہی دیوتا قرار دیا گیا۔ جیسا کہ رگ وید میں وارد ہے۔ کہ "اندرم منترم ورنم انم اہورم خود وید سا سپرنو گرتمان ایکم سدہ و پر بہو دنا و دنتی انم ہم ماتر شوانم آہوہ" (ترجمہ) اسے اندر - برتر - ورن اور آگنی کہتے ہیں۔ پھر وہ اسکو اچھے پروں والا عقاب کہتے ہیں وہ ایک ہے پر برہمن اس کا بہت طرح ذکر کرتے ہیں۔ وہ اسے آگنی سیم اور ماتر شلون کہتے ہیں۔ اس منتر میں تمام مختلف نام سورج کے مترادف ہیں ان میں سے ورن گو جل یا سمندر کا دیوتا ہے۔ تاہم اس کا اطلاق خود رگ وید میں ہی سورج پر بھی کیا گیا ہے۔ دیکھو رگ وید ۱۰/۲۳ منتر اس منتر پر سوئی دیا مند کی تفسیر رگ وید - بعینہ یونانی ماتخالو جی میں بھی ایک ایک دیوتا کو بہت سے دوسرے دیوتاؤں کے نام اور کام سپرد کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ زیوس مختلف ناموں کو مشہور ہے ہمارے اس زمانہ میں سچر ہندویت میں ہندو مذہب کے ارباب حل عقد

آریہ سماج اور وید

نے اسلامی توحید کا پوند لگا کر ایک نیا شاخسانہ پیدا کیا۔ اور دید کے ہچول قسم متذکرہ صدر منتروں سے خالص توحید ثابت کرنے کی بیسٹو دکوشش کی اور ان قدیم دیوتاؤں کی الگ الگ ہستیوں کو مٹا کر ان سب کا ایک ہی بڑا بت بنانے کا تہیہ کر لیا اور ان دیوتاؤں کے ناموں کو خدا تعالیٰ کے صفاتی نام ہونے کا ڈھونگ پیش کیا۔ تل کی اوٹ پہاڑ۔ دیدوں میں خدا کا نام نہ نشان۔ جھٹ سوامی جی نے سو نام کہیں کی اینٹ کہیں کا روٹا گن کر رکھ دیا۔ دیوتاؤں کا وجود اور ان کا الگ ذمی شعور ہستیاں ہونا۔ دید مقدس کی نص صریح اور کل مستند لٹریچر کا مسئلہ مسئلہ ہے۔ دید بھگوان میں بار بار ان دیوتا کو تذرینا پیش کر کے دعائیں مانگنے کا ذکر موجود ہے۔ اور اکثر ان دیوتا کا ذکر بصیغہ جمع کیا گیا ہے۔

یجر وید ۳۶ میں ہے۔ شتم نو دیوی بھشتی آپو بھونتو پتیے شتم یور بھی سر دنتو “

دشتم نو، ہمیں تسکین دینے والی (دیوی آپو) پانی کی دیویاں۔
د ا بھشتی، خواہش پوری کرنے کے لئے اور د پتیے، پینے کے لئے
د بھونتو، ہوں دینے والے (دشتم یو) ہماری بیماریوں کے دور کرنے میں
د ا بھی سر دنتو، بہتی رہیں۔

یعنی پانی کی دیویاں ہماری ضرورتوں کو پورا کریں۔

اسی طرح رگوید ۳۷ میں ہے :-

شتم نو اندا گنی بھوتام ادو بھویہ شتم نہ اندا اور نورات ہوئیو
شتم نہ اندا اوشننو داج ساتو شتم اندا سو سو سوتائے شتم یو “
(شتم نہ) ہمیں تسکین دینے والے (اندا گنی) اندر دیوتا اور گنی دیوتا
(بھوتام) دونوں ہوں (ادو بھویہ) اپنی حفاظت سے (دشتم نہ)

ہمیں تسکین دیں۔ (اندرا ورتنؤ) اندر دیوتا اور ورتنا دیوتا (سات
 ہوتیو) بارش برسا کر خود اک دینے والے (ششم نہ) ہمیں تسکین دیں
 (اندرا پوشتنؤ) اندر دیوتا اور پوشتن (دواج ساتنؤ) اناج پیدا
 کرینو والے (ششم نہ) ہمیں تسکین دیں۔ (اندرا سوٹنؤ) اندر دیوتا
 اور سوٹن دیوتا (سوٹنؤ) آرام کے لئے (ششم پوہ) بیماریوں
 سے شفا دیں۔

یعنی اندر دیوتا آگن دیوتا تامل کر اور سچ اندر دیوتا اور ورتن دیوتا۔
 بل کر۔ اندر دیوتا پوشتن دیوتا اور سوٹن دیوتا باہم ملکر ہمارے لئے
 آرام دیتا کریں۔

ان منتروں میں تمام مختلف دیوتا کے لئے الگ الگ تثنیہ اور جمع کے صیغے
 آئے ہیں۔ اور ان سے ہن دامن کی اس دعا کی گئی ہے۔
 رگ وید ۱۰، ۱۰۱ :- یہی ترنیام وداستو دیو کھشتم مترسیہ آریامن
 ورا دھشتم وروسیہ

ترجمہ :- (مترسیہ) عشق و محبت کا دیوتا متر (آریامن) آنکھ اور
 سورج کا موکل آریامن (وروسیہ) پانی اور سمندر کا دیوتا ورتن
 (ترنیام) ان تینوں کی (دیو کھشتم) آسمان کی مانند (ورا دھشتم)
 ناقابل شکست (دوہ) حفاظت (اشتنؤ) ہمارے لئے ہو۔

تے ہی پتراسلو دتے پر جیو سے مرتیائے جیو تیکھنی اُسرم دتے ہی
 سے ہی دمتر۔ آریامن اور ورتنا دیوتا (ادتی) ادتی دیوی کے۔
 (پتراہن) بیٹے ہیں (مرتیائے جیو سے) انسان کی زندگی کے لئے
 (رجسرم) ہمیشہ۔ (جیوتیہ) نور اور پیکھنتی) دیتے ہیں۔ یعنی متر۔
 آریامن اور ورتنا دیوتا ان کی حفاظت عمرہ سے اور حیات انسانی
 کی باگ انہی کے ہاتھ میں ہے۔ ان دیوتاؤں کے بارے میں
 چھانڈوگیا پیشہ نے کیا اچھا کہا ہے۔

نہ دئی دیو اشننتی نہ پینتی

ایتدیو امرتم دریشٹوا تر پینتی

نہ تو دیوتا کھانا کھاتے ہیں اور نہ کچھ پیتے ہیں مگر یہ سب دیوتا آب حیات دیکھ کر ہی سیر ہو جاتے ہیں۔ نرکت لخت وید میں دیوتا کی تعریف یوں کی گئی ہے :- دیو وانا دوادیب نا دواد یوہ ستھا تو بھوتی دینے۔ روشن ہوتے اور آسمان میں مقام ہونے کے سبب دیوتا کو دیوتا کہتے ہیں۔

۳۔ یہ سماج کے موسس اول (سوانی دیاتنجی) نے ستیا رتھ پرکاش کے شروع میں ان دیوتاؤں کو خدا کے صفاتی نام قرار دینے میں جو اچھوتا طرز استدلال وضع کیا ہے۔ وہ دیدک علم کلام میں ایک ایسا گرانقدر احنافہ ہے۔ کہ منطقی دنیا ہرگز اس کے بارے میں گراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ آپ صفحہ ۱۰ پر کیا خوب فرماتے ہیں :-

سوال :- "وراث" وغیرہ نام علاوہ پریشور کے دیگر معنوں کے بتلانے والے کیٹوں نہیں ہیں۔ کائینات ارضیت وغیرہ عناصر اندر وغیرہ دیوتا۔ اور علم طب میں سوکھٹھ وغیرہ ادویہ کے کبھی یہ نام ہیں یا نہیں؟

جواب :- ہیں۔ لیکن پریشور کے کبھی ہیں۔

سوال :- ان ناموں سے محض دیوتاؤں کا استمداد کرتے ہو۔ یا نہیں؟

جواب :- آپ کے استمداد کی کیا دلیل ہے؟

سوال :- سب دیوتا مشہور اور فضیلت رکھنے والے بھی ہیں اس لئے میں ان کے معنی لیتا ہوں۔

جواب کیا پر بیشوہ غیر معروف ہے۔ اور اس سے کوئی زیادہ بھی فضیلت رکھتا ہے۔ پھر پر بیشوہ کے یہ نام کیوں نہیں مانتے۔ جب پر بیشوہ غیر معروف نہیں۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ تو اس سے فضیلت کیونکر کوئی رکھ سکیگا۔ اس لئے آپ کا یہ قول درست نہیں۔ کیونکہ آپ کے اس قول میں بہت سے نقص بھی نکلتے ہیں۔

اس جگہ سوامی جی نے خود اس امر کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ وراثت آگنی۔ اندر وغیرہ دیوتا اور کائنات ارضیت وغیرہ عناصر کے نام ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ پر بیشوہ کے بھی ہیں۔ اس ”بھی ہیں“ کی جو دلیل آپ نے دی ہے۔ اس پر تمام علم کلام قربان کر دینے کے قابل ہے۔ ”چونکہ بیشوہ غیر معروف نہیں۔ اور فضیلت رکھنے والا ہے۔ لہذا یہ نام بیشوہ کے بھی ہیں“

اب اگر سوامی جی سے یہ سوال کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی بت یا دیوتا کی ایسی تعریف کرے کہ جو صرف خدا کے لئے شایاں ہے۔ اور کرنے والے ایسی ہی کرتے ہیں، تو کیا اس شخص کو محض اس لئے خدا کی توصیف اور تحمید کرنیوالا سمجھ لینا چاہئے۔ کہ خدا اس تحمید اور توصیف کا مستحق ہے؟

اس کے بعد دیوتاؤں کے ان اسماء کو اسماء الہی قرار دینے کی دوسری وجہ فحوائے کلام مقررہ کی ہے اور اسی پر آپ نے وید کے دو متن منتر بھی پیش کئے ہیں۔ جو بناءً فاسد علی الفاسد کا مہد اق ہے۔ اگر فحوائے کلام یہ ثابت کر دے کہ یہ تعریف خدا کی تعریف ہونی چاہئے، تو زیادہ ضرور خدا کی تعریف ہوگی (یہ یاد رہے کہ سوامی جی کی فحوائے کلام سے مراد

صرف اس قدر ہے۔ کہ ایک جگہ اندر دیوتا کی ایسی تعریف کی گئی
 کہ جو خدا کے شایاں تھی۔ تو یہ اندر ضرور خدا کا نام ہونا چاہئے
 جیسا کہ اُن کی پیش کردہ مثالوں سے ثابت ہے) یہ دلیل بذات خود
 ناقص دلیل ہے۔ بالفرض فحوائے کلام یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ
 تعریف ضرور خدا کی ہونی چاہئے۔ لیکن مستحکم نے اس کو کسی
 غیر اللہ کی شان میں کہا ہے۔ تو آپ کا فحوائے کلام اسکو خدا
 کی تو صیغہ نہ بنا سے گا۔ مثلاً ایک نے کیا اچھا کہا ہے

حسن را پروردگاری عشق را سپنمبری
 ہر چند و صفت میکنم در حسن زبان تہا تری
 سو می جی کے مفروضہ کلام کی رو سے یہ شعر خدا کی شان میں
 کہا ہوا سمجھنا چاہئے۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے اور
 کہنے والے نے اس کو کسی صنم کی تعریف میں کہا ہے۔
 پس اس تمام بحث سے یہ امر بالبداہت ثابت ہے۔ کہ تمام
 اسماء دیوتاؤں کے نام ہیں جیسا کہ آپ خود تسلیم کر چکے
 ہیں اور آپ کا یہ قول کہ ”پریشنورہ کے بھی ہیں“ قطعاً
 غلط ہے۔

سو می دیوتاؤں کو دیوتاؤں کے ناموں کو صفات الہیہ
 بنانے میں ایسی رکیک تاویلوں سے کیوں کام لینا پڑا۔
 اس کی وجہ صاف ہے۔ مفروضہ آرین الیشورہ نے
 چاروں ویدوں کے اندر کہیں نہیں بتایا کہ میرے فلاں
 فلاں نام یا صفات ہیں۔ یہ محض یاروں کا احسان ہے
 کہ بے نام و نشان الیشورہ کا نام دھرتے ہیں ان دیوتاؤں
 کے ناموں پر اسماء الہی کی تلمیح کرنے کے لئے ستیا رتھ پرکاش
 وید کے صرف چار منتروں سے کام لیا گیا ہے اُن میں

سے ایک رگوید $\frac{11}{18}$ کا منتر ہے جس کا اصل مفہوم ہم صفحہ ۱۹ پر درج کر چکے ہیں۔

دوسرا منتر رگوید $\frac{13}{18}$ بھو رسی۔ بھومسی۔ ادتی سی الخ پیش کیا ہے۔ اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس منتر میں بھو بھومی اور ادتی وغیرہ سے ایشور مراد ہے۔ حالانکہ منتر کے الفاظ لپکا کر کہہ رہے ہیں۔ کہ اس منتر میں قطعاً اس دیوی سے مراد ایشور نہیں۔ بلکہ دھرتی ماتا (زمین کی دیوی) مراد ہے چنانچہ اس منتر کا لفظی ترجمہ اس طرح پر ہے :-

(بھوہ اسی) تم دھرتی ماتا ہو (بھومی اسی) تم زمین ہو (ادتی اسی) تم دیوتاؤں کی والدہ ہو (دشو دھایا) سب کا سہارا (دشو سہیہ بھوہ و سہیہ) تمام جہان کی (دھرتی) اٹھانے والی ہو۔ (پر بھوہیم سچھ) زمین کی مالک ہو۔ (پر بھومویم درٹھہ) زمین کو مضبوط کرو (پر بھومویم ماہنس) زمین کو دکھ مت دو۔

(مطلب) تم زمین کی دیوی۔ دیوتاؤں کی والدہ تمام دنیا جہان کو اٹھانے والی ہو۔ کسی قسم کا نقصان نہ کرو۔

ذیل کے دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں اس دیوی سے مراد ایشور نہیں بلکہ زمین کی موکلہ دیوی ہے۔

(۱) اس منتر میں جتنے الفاظ بطور موصوف آئے ہیں وہ تمام لفظ زمین کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔

(الف) بھوہ۔ بھون۔ بھومی۔ ادتی۔ پر بھومی۔ دھرتی۔ سب کے معنی زمین ہیں۔

(ب) منتر کا لفظی ترجمہ خود اس امر پر دال ہے کہ یہاں دھرتی ماتا سے مراد ہے

(ج) اس منتر کا دیوتا سو بیانا نہ ناد سچھر کی اینٹ ہے

(۷) اس سے پہلے منتروں میں بھی زمین ہی مٹی طبع ہے *
 (۸) خود سونہی دیانند اپنے سچر وید کھاشیہ (تفسیر وید) میں ان
 الفاظ سے ایشور مراد نہیں لے سکے *۔

(۹) کل مفسرین وید خواہ یورپین ہوں یا ہندوستان کے اس
 منتر میں زمین ہی مراد لیتے ہیں *
 (۱۰) لُخت وید میں ان الفاظ کے معنی ایشور نہیں۔

(۱۱) سوترکار کا تیناں شروتہ سوترہ منتروں کا شان نزول بیان
 کر نیوالے اس سے مراد ایشور نہیں لیتے *۔

اس کے بعد آپ نے تیسرا منتر سام وید سے اندر دہنار ودھی
 پہرہ پچھٹ الخ پیش کیا ہے * جس کا لفظی ترجمہ حوالہ قلم ہے :-
 (اندرو) اندر دیوتا (دہنا) اپنی طاقت سے (رودھی) زمین آسمان
 کو (پہرہ پچھٹ) بھرتا ہے۔ (سوتوہ) سائنس سے (اندروہ) اندر نے
 (سوریم) سورج کو (اروچیت) روشن کیا۔ (اندروہ) اندر نے
 (سیمیر) اندر دیوتا میں لذیذ سوم رس ہے۔

مطلب :- اندر دیوتا اپنی طاقت سے زمین آسمان کو بھرتا ہے
 اُس نے اپنے سائنس سے سورج کو روشن کیا۔ اس میں سب جہاں
 اور سوم رس ہے *۔

شاید اس منتر میں ہمارے آریہ دوستوں کو اندر دیوتا ایشور
 کے لباس میں معلوم ہوں۔ مگر وید کا منشا یہاں بھی ایشور کی
 تعریف کرنا مقصود نہیں بلکہ اندر دیوتا کے گن گانا ہے۔ ہم سونہی
 دیانند کی طرح بے ثبوت بات پیش نہ کریں گے۔ جاؤ سام وید میں اس سے
 پہلا منتر پڑھ کر دیکھ لو کہ جس میں ”اندروم راد دیوتا ہے ہوا ہے“
 دیوتاؤں میں سے اندر دیوتا کو بلاتے ہیں۔ پس اس منتر نے
 صاف بتلادیا۔ کہ یہاں دیوتاؤں میں کا ایک دیوتا ہے ایشور نہیں۔

پھر لغت وید میں اندر ایثور کا نام نہیں ہے۔
 باقی نجات اس لفظ پر انشاء اللہ اندر دیوتا کے مضمون میں ہوگی۔
 چونکہ منتر آپ نے اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ دیو اسمائے
 انہی ہیں۔ اتھرو وید میں سے ”پر انائے منولیسہ سروم اوم وشے اخ
 پیش کیا ہے۔ اس خیال سے کہ پر ان کے معنی ایثور کے سہوں گے۔ مگر
 انسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سو امی جی کا مطلب اس آخری منتر سے
 بھی رسد نہیں ہوتا۔ بلاشبہ اس منتر کا دیوتا پر ان ہے۔ مگر پر ان
 کے معنی کسی لغت میں ایثور نہیں کسی جیو اورہ برہم کی ایک تاروح
 اور خدا کو ایک سمجھنے والا ہمہ ادستی، ماننے والے کا کوئی اعتبار نہیں
 اگر اُس نے پر ان سے مراد ایثور لی ہو ورنہ اس لفظ کے معنی جان اور
 سانس کے ہیں یا اس دیوتا کے جو سانس پر موکل ہے۔
 چنانچہ محولہ بالا منتر کے اگلے منتر میں اس دیوتا کا دعوا درنا چکھا
 گر جہاں چمکنا وغیرہ لکھا ہے۔ پس اس منتر میں بھی پر ان ایثور نہیں بلکہ
 پر ان دیوتا کی تو صیغ اور تحمید ہے۔

ایک تسو صفاتی نام

سو امی جی نے ایثور کے ایک سو صفاتی نام مصادر الفاظ کی
 تکسال سے تیار کئے ہیں۔ سب سے پہلا نام آپ نے اوم
 لکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ذاتی اور صفاتی اسماء میں
 کچھ فرق نہیں معلوم تھا۔ اول تو آپ نے اوم کو ذاتی نام قرار دیا
 اب اسی اوم کو صفاتی ناموں کی ذیل میں گنوارا ہے ہیں بہر حال
 آپ سچ وید پنا کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حفاظت
 کرنے کے باعث ”اوم“ وبمثل خلا محیط ہونے کے باعث ”کھم
 اور سب سے بڑا ہونے کے باعث ”برہم“ نام ایثور کا ہے +

سوامی جی کو ترجمہ کرنے میں اور بے پیر کی اڑانے میں جو کمال حاصل تھا اُس کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ آپ ڈیڑھ گھنٹہ کا نام لیکر صفحوں کے صفحے اپنی طرف سے لاکھ جایا کرتے تھے۔

گویا وید بھگوان بھی کسی ایسے ویسے بننے کی پہلی ہے کہ جو جی چاہتا۔ لاکھ لیا۔ کوئی باز پرس کر نیوالا تو ہے ہی نہیں چنانچہ اس جگہ بھی وید کے خاتمہ پر صرف اوم۔ کھم۔ برہم۔ یہی تین لفظ کسی نے لاکھہ دیئے تھے۔ آپ نے جھٹ اتنیوں کے پیچھے ایک ایک سالم قطار گارٹیوں کی اپنی طرف سے لگا کر منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے تین تین تیار کر لیں۔ وید میں مجرد ان تین متذکرہ صدر الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا ان سے ایشور کے صفاتی نام ہونے کا استدلال غلط محض ہے۔ لغت اور خود وید میں کہیں بھی یہ تینوں نام ہمہ صفت موصوف ایشور کے قطعاً نہیں کھم کے معنی خلائے محض کے ہیں۔ تہ خدا کے کہ جس کے قبضہ قدرت میں کل خزانے ہیں۔ اس طرح برہم کے معنی سب سے بڑے کے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنی صرف بڑے کے ہیں ہاں آپ نے اوم کو خدا کا نام ثابت کرنے کے لئے چھاندو گیتہ اپنشد کا حوالہ دیا ہے لیکن موقعہ ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس سے آپ کا مطلب ثابت نہیں ہے۔

” اوم “ اس حرف کی جو ادگیتھہ (سام وید کا ایک حصہ) اور عبادت کرنی چاہئے۔ کیونکہ سام اوم سے شروع کیا جاتا ہے چھاندو گیتہ اول۔

تعجب ہے کہ سوامی جی اس چھاندو گیتہ کے حوالہ کو اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ اوم ایشور کا نام ہے۔

حالانکہ اس میں قطعاً اس امر کا ثابہ تک نہیں۔ کہ یہ ایشور کا نام ہے۔ بلکہ برعکس اس کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آدم محض گانے کی سُر ہے۔ سام دید چونکہ قوالی کی کتاب ہے اس لئے اُس کے پہلے سُر ملانا واجب۔ اور قوال گانے سے پہلے گھنٹوں سُر الاپا کرتے ہیں۔

آدم کے اسم الہی ہونے پر آپ نے دو حوالے ایک ماندوکیہ اپنشد اور دوسرا کٹھ اپنشد سے پیش کیا ہے۔

”آدم یہ ایک حرف ہے یہ سب جو کچھ ہے وہی ہے“ ماندوکیہ اول سب وید جس لفظ کا ذکر کرتے ہیں کل غباوتیں جس کو بتلانی ہیں جسکی ہمیش سے رہبانیت اختیار کی جاتی ہے وہ لفظ اختصار سے میں بتلاتا ہوں۔ یہ حرف برہم ہے! کٹھ اپنشد ولی دوسری منتر (۱۵) ان دو حوالوں سے بھی قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ آدم ایشور کا نام ہے۔ بلکہ یہ کسی ہمہ ادستی کی ترنگ معلوم ہوتی ہے۔

قومی اور مذہبی محبت کا فطرتی مادہ جب اپنے معتدل حد فہم سے بڑھ جاتا ہے تو بقول سوامی دیانند ”انسان کی عقل تاریکی میں گھبر کہ زائل ہو جاتی ہے!“ آہ اتنی بھی ہوش نہیں رہتی کہ جس مطلب کے لئے حوالے پیش کرتا ہوں وہ اس کے مفید بھی ہیں یا نہیں۔ سچ ہے۔ ”بہت لوگ ایسے ہندی اور متہر وہوتے ہیں۔ کہ وہ مستحکم کے خلاف منشا تاویل کیا کرتے ہیں خصوصاً مذہب والے لوگ“

(سوامی دیانند)

اس کے بعد آپ نے منوسمرتی ادھیائے شلوک ۱۲۲ اور ۱۲۳ پیش کیا ہے۔ کہ اس سے ایشور کے پرہ پرش اور اگنی وغیرہ نام ایشورہ کے معلوم ہوتے ہیں۔

پرہ شاس تارم سرو شام۔ الخ

دسب کا حاکم چھوٹے سے بھی چھوٹا مثل زرچمکدار خوبیدہ مقل سے جاننے کے قابل جو پریش ہے اس کو بڑا جاناو" ۱۲۲
 اس کو کوئی آگنی کوئی منو۔ کوئی پرچاپتی۔ کوئی اندر۔ کوئی پیران،
 کوئی قدیم برہم کہتا ہے۔ " ۱۲۳ منو سمرتی مترجمہ سواری درشناند
 قابل مؤلف ستیا رتھ پرکاش نے گو ان شلوکوں کی تلمیح میں کسر
 نہیں رکھی۔ تاہم اگر اس کو کوئی آگنی کوئی منو دمنوجی نے اپنی
 خدائی ثابت کرنے کے لئے اپنا نام بھی ساتھ ہی منسلک کر دیا
 ہے، وغیرہ کہتا ہے۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ دید میں یہ نام
 ایشور کی شان میں وارد ہوئے ہیں اور خود منوجی کا منشا بھی ان
 ناموں سے اسماء الہی بیان کرنا نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے شلوک
 میں منوجی بڑی شستہ اور مہذب اد میں کچھ اور کہہ گئے ہیں
 ملاحظہ ہو شلوک ۱۲۱ -

منسی اندرم شروتر و شمشہ ان

دل میں چاند دیوتا کو۔ کان میں سمتوں اور جہات کے دیوتا کو۔
 پاؤں میں دشنو دیوتا کو۔ طاقت میں ہری کو۔ لفظ میں آگنی دیوتا کو
 مقعد میں متر دیوتا کو۔ اور آلہ تناسل میں پرچاپتی دیوتا کو جو کہے
 اس شلوک میں منوجی نے صاف فیصلہ کر دیا۔ کہ یہ سب چندر۔ دشنہ
 و دشنو۔ ہری۔ آگنی۔ متر اور پرچاپتی وغیرہ دیوتا ہیں۔ ایشور کے
 نام ہرگز نہیں۔

رہا آپ کا یہ استدلال کہ بذاتہ متجلی ہونے کے باعث آگ ایشور کا
 نام ہے۔ یہ غلط محض ہے۔ آگ بذاتہ متجلی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کی
 تمام تر متجلی آکسیجن اور کاربن پر منحصر ہے۔ آگ جہنم ہے۔ خدا نہیں
 اس کا کام ہی خود جلنا۔ اوروں کو جلانا ہے۔

آتش اور چہرہ سرخ و سست از شر ہے، تو نہ فعل اوس یہ کاری نگر

روشنی اور نور جس طرح پیدا ہوتا ہے۔ وہ کسی سائنسدان سے
پوچھ لیا ہوتا۔ تو ہمیشہ یا خود جسم ہوتا ہے۔ یا کسی جسم کی کیفیت
ہوتا ہے۔ پس اس لئے خدا کا نام ہونے کے قابل نہیں۔ اور نہ کسی
لُغت میں اگنی کے معنی بذاتہ سنجلی کے لکھے ہیں۔

برہم اور برہما

برہم اور برہما بھی ایشور کے ناموں میں سے نہیں یہ بھی قدیم
ریشیوں اور دیوتاؤں میں سے ایک ہے جیسا سچہ وید خود کہتا ہے

برہمنو جھئے پر ہتمو دوش شیر شو دوش آسپہ
سہ سومم پر ہتمہ پپٹو سہ چکارا رسم و شسم (دھرو وید)
پر ہتمہ سب سے اول (برہمنہ) برہما (جھئے) پیدا ہوا دوش شیر
مٹہ (دس سر والا) دوش آسپہ (دس مٹہ والا) سہ (اُس نے
پر ہتمہ) پہلے (سوم) سوم رس (سٹو کی بوٹی۔ بھنگ) کو (پپٹو)
پیا اور سہ (اُس نے دوشم) زہر کو (ا رسم چکارا) بے اثر کر دیا۔
سب سے پہلے برہما دس سر اور دس مٹہ والا پیدا ہوا۔ اُس نے
سوم رس سب سے پہلے پیا اور اُس نے زہر کو بے اثر کر دیا۔
اسی کی تفسیر منڈک اپنیش میں ان الفاظ میں کی گئی ہے:-

برہما دیوتا نام پر ہتمہ سم بھو و۔ دوشو سہ کرتا۔ بھو دوشیہ گو پتا الخ
دیوتاؤں میں سے سب سے پیشتر برہما ہوا۔ جہاں کا خالق و شاکا
مرئی۔ اُس نے سب علوم میں سے اعلیٰ علم کو اپنے بڑے بیٹے اترون
کے لئے کہا۔ اس ویدک برہم اور برہما کی مزید واقفیت کے لئے
مندرجہ ذیل حوالے دیکھیں گے:-

آسمان برہما کا سر ہے۔ (دھرو وید ۷۔ ۱۰ وغیرہ۔

برہم کی چوٹی۔ (دھرو وید ۱۰۔ ۱۹)

برہم کا مسکن گل سیلوفر میں (دھرو وید ۱۰۔ ۵)

ان تمام دلائل نقلیہ سے ثابت ہے کہ برہما اور برہم ایشور کے نام نہیں۔ بلکہ حسب تسلیم دیانند جی شروع دنیا کے برہمی اور دیوتا ہیں

وشنو۔ رُور۔

ہر جگہ محیط ہونے کے باعث ”وشنو“ دیانند، ہر جگہ محیط ہونے کے باعث ”وشنو“ ایشور کا نام نہیں۔ بلکہ یہ لفظ ”وش“ مصدر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی داخل ہونے اور رہائش اختیار کرنے کے ہیں۔ پس اپنے مصدری معنوں کی رُو سے اس کے معنی کسی جگہ مقیم اور بُو د و باش رکھنے والے کے ہیں۔ اس لحاظ سے ایشور جی محاط ہوں گے نہ محیط۔ اور ہر جگہ محیط ہونے کی بھی آپ نے ایک ہی کہی۔ ہر جگہ محیط کوئی شے نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر شے پر محیط کہا جاسکتا ہے۔

برہما، وشنو اور شتو، یہ قدیمی ہندوؤں کے اوتار ہیں جن کی صفت وثناء سے کل ہندی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ اور پر آفوں کا شانِ نزول تو گویا انہی بزرگوں کے حق میں ہے۔

یو برہما سہ تو دی وشنو یو وشنو سہ ہیشورہ
ایکا مورتی تر یو دیوا۔ برہما۔ وشنو۔ ہیشورہ

یہ تھے ہندوؤں کی تریمورتی یا تثلیث ایک مورتی اور تین دیوتا۔ وید میں بھی جا بجا وشنو اوتار کے معجزات کا بکثرت تذکرہ آتا ہے۔ آپ ہی نے باون اوتار کی شکل میں کل زمین کو تین قدم میں طے کیا۔ دیکھو رگوید ۱۵۱:۱۔ وشنو تو کم ویربانی پر ودھیم انم میں وشنو دیوتا کے بہادرانہ افعال کا ذکر کرتا ہوں وہ جس نے کہ طبقات ارضیہ کو ناپ لیا ہے۔ جس نے تمام وسیع عالم کو تین قدم میں جمع کر لیا ہے۔

رگوید ۱۵۱/۱ پر وشنو شتو شتو منم گری کمشت۔

اُردو گایا ویر کھتے انج
گیت وشنو کو طاقت والا کرے جو بیل ہے۔ فُور کی مسافت طے
کر نیوالا پہاڑوں میں رہنے والا۔ وہ جس نے اکیلے اس دُور تک
پھیلی ہوئی وسیع زمین کو تین قدموں سے طے کیا۔ یہی وشنو
ہے۔ جس کی داڑھ حجام کا اُسترہ ہے۔ چنانچہ سوامی جی
خود سنکار ودھی میں لکھتے ہیں۔

وِشنو ر۔ دَنشتر وِسی

یہ منتر حجام کے اُسترے کی طرف دیکھ کر پڑھے کہ تو وِشنو
جی مہاراج کی داڑھ ہے۔ اُن کو ست ماریو۔ سنکار ودھی
میں ان منتروں سے ظاہر ہے کہ وِشنو بھی ایشور کا نام نہیں
بلکہ ایک شخص کا ہے۔ جس نے ایک سخی راجہ کی سخاوت سے جگر
اُس کو دھو کا دیا۔ اس سے تین قدم زمین کا سوال کیا۔ اور
دھو کے سے کل دُنیا کی زمین تین قدموں میں طے کر لی پس اسی
شخص ایشور کیسے ہو سکتا ہے ؟

اسی طرح رُدر بھی ایشور کا نام نہیں دیوتا کا نام ہے جسکے خوشوار
کتوں کا ذکر ویدک سائنس نامی ٹریکٹ میں اس سے پیشتر
ہر چکا ہے اسکے معنی رُدر مصدر سے مشتق ہوئے کیونکہ رُدیوٹا کے ہیں۔
رُدر دیوتا کے متعلق وید کے ارشادات اقتباس ذیل لطف سے خالی نہوگا
اور اصل حقیقت کو روشن کرنے کے لئے انشاء اللہ تعہد بہت مفید ہوگا۔

(الف) رُدرہ بالوں کے گھمٹے والا اردھکا کا قائل۔ اتھرو وید ۱۱۔

(ب) رُدر کے خوشوار کتے غرانے اور چھوکنے والے خوراک کو بچھانے والے
اتھرو وید ۱۱۔ (ج) رُدر کے بیٹے مارت ہیں۔ رگوید ۱۰۵۔

(د) اُنڈر کے سچے رُدر ہیں
۱۰۵۔

مالو و دھیر اندر۔ ماپرا دامہ پریا بھو جنانی پریشوشیہ الخ۔
 آسے اندر پریشوشور ہم کو مت مار۔ ہم سے الگ آپ کبھی مت ہو
 ہمارے دلپسند کھانوں کو مت چرا۔ اور مت چرا۔ ہمارے
 حملوں کو مت گرا۔ آسے طاقتور ہمارے بیٹوں کو مت مار۔
 ہمارے برتنوں کو مت پھوڑیے۔ و دیانند آریہ بھونے،

سوامی جی نے اس جگہ آریہ اندر پریشوشور کی جو صفات رقم
 فرمائی ہیں۔ کھانے چورانا۔ حمل گرانہ۔ اور برتنوں کو توڑنا
 پھوڑنا اگر وید کی رُو سے یہی صفات جناب ایشور کے شبایاں
 ہیں۔ تو واقعی اندر ضرور ویدک ایشور ہی ہے۔

رگ وید ۱۵۱۔ ایشیا پر پور ویر و لٹیہ چمر شو آتیونہ یوشام اودینت
 بھور و نیہ :- پر بہت نذر وں کو لینے والا اندر ایسے شوق
 سے اٹھتا ہے۔ جیسے گھوڑا گھوڑی کے پاس جاتا ہے۔

اس منتر کا دیوتا اندر دیوتا ہے۔ جس کی مندرکہ صد تعریف
 کی گئی ہے :-

وید سے ذیل کا اقتباس اندر کو کسی صورت ایشور نہیں ثابت
 ہونے دیتا :-

اندر گنی۔ اندر و نا وغیرہ اندر کا دوسرے دیوتا کے ساتھ مل کر

لبصیغہ تشبیہ آنا۔ اور دولوں سے دُعا میں۔ (رگ وید ۱۰۹، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۰۳)

۲۵۲، ۴۶۸، ۹۱۹، اکھرو وید ۸، ۱، ۸ وغیرہ۔

اندر کی محبوبہ اندر اتی۔ (اکھرو وید ۹، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹)

اندر اور اندر اتی کا مکالمہ (رگ وید ۱۰، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

نروکت لغت وید میں آتا ہے :- "اندر اتی اندر سپہ پتی"

(۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

الغرض ویدوں کا اندر ہرگز ہرگز خدائی صفات سے متصف

بلکہ وید کے دوسرے دیوتاؤں کی طرح ایک دیوتا ہے۔
 اس کے علاوہ - بدھ - سیخڑ - پانی - ہوا وغیرہ کو سوامی جی نے
 ایشور کے نام قرار دیا ہے۔ اس پر کوئی لغت یا وید کی شہادت
 نہیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں مخلوق ہیں۔ یا ایام اور سمتوں کے نام
 ہیں۔ خدا تعالیٰ کا کوئی ذاتی یا صفائی نام ویدوں کے اندر قطعاً
 موجود نہیں۔ سوامی جی نے زمانے کی ہوا کا رخ دیکھ کر

دیکر دھرم کو دین الہی ثابت کرنے کی سعی ناروا کی ہے۔ یہ
 ایک ثابت شدہ امر ہے کہ اسلام سے پیشتر خدا کے مقدس
 رسولوں کی عمارتیں منہدم ہو چکی تھیں۔ خداوند عالم کی ذات اور
 صفات کے متعلق صحیح علم سطح ارض سے رفع ہو چکا تھا لیکن
 اس کے ساتھ ہی مدت دراز کی کثرت آئندہ کی چیرہ دستی نے
 انسان کو اپنے ارباب متفرقہ سے بیزار کر رکھا تھا۔ انسان کی
 فطرت وحدت کی تلاش میں تھی۔ اور اسکی پیاس حد سے بڑھ گئی
 تھی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ جو ازل سے توحید الہی کی حقیقی نمود
 کیلئے مقرر تھا۔ دُنیا کے باطل مجبور اسکے ایک ہی اشارے سے پاش
 پاش ہو گئے۔ تقدس اور جلال صرف خدا کی ذات کیلئے خاص ہو گیا
 اور صفات الہی کی چھٹی ہوئی اور اس کے حقیقی مالک کو واپس کر دی گئی
 لیکن آہ افسوس دُنیا حقائق کے قبول کرنے میں از حد مست دافع
 ہوئی ہے۔ وہ اکثر زمانے کے رخ نئے انداز سے پردہ کر لیتی ہے اور
 پس پردہ وہی طبیعت اور عادت قائم رہتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آج دُنیا بہت کچھ روشن ہو چکی ہے۔ اور وہ اپنے تاریک
 اور بدترین عہد وحشت کے خیال سے سخت شرمندہ ہے۔ لیکن کیا
 فی الحقیقت دُنیا کی مصائب اور خوفناک امراض کا خاتمہ ہو گیا۔
 کیا انسان اپنے بیشمار مجبوروں سے رُخ مٹا کر ایک ہی دامن اور قہار خدا کا

پرستار ہو گیا۔ کیا اب اس کے لئے سوائے ایک رب العالمین کی چوکھٹ کے اور کوئی در
 امید نہیں رہا۔ کیا اُس نے اپنے پیار سے خداوند کے حسنِ حقیقی سے اطلاع پائی۔ آہ افسوس!
 دُنیا کی ان تمام خوفناک عادات میں سرِ مُرغیر نہیں ہوا۔ اور اکثر اربابِ تفرقہ کے پرستار
 توحید کی ادٹ میں ابھی وہی کچھ کرتے ہیں۔ اُنکے خاندان میں اب بھی اتنے ہی صنم ہیں جتنے
 کبھی تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ظاہر متبدل ہو گیا ہے۔ باطن اب بھی وہی ہے۔ لباس بدل
 گیا ہے تقابک اندازِ شکل کی قباحت وہی ہے۔ بظاہر روشنی معلوم ہوتی ہے لیکن اس
 روشنی کی تہ میں سیاہی وہی ہے۔ آنکھ سے اگنی دلیوتا کے نام سے پہلے بھی تپتے تھے آج بھی
 اُنکی گرمی کم نہیں ہوئی۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے اگنی معبود سمجھی جاتی تھی۔ اب سہوا کی صفائی
 کا عذر اس کے سوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا کا اصل مرض چونکہ ایک ہی ہے اس لئے اس کا
 نسخہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ انسان کی تمام تر بد اعمالیوں۔ کج خلقیوں درودِ معصوم
 کمزوریوں احتیاجوں اور ضرورتوں کا حقیقی مداوا صرف ایک علیم و خیر اللہ تبارک
 و تعالیٰ متعجب جمیع صفات کاملہ کی ہستی پر کامل ایمان ہے قرآن کریم جس کا معارفِ دینیہ
 کے بیان کرنے میں اندازِ خصوصی تمام حقائق کو دلائلِ یقینیہ کے ساتھ بیان کرنا
 ہے۔ اور یہی فطرتِ انسانی کی عین ترپ اور خواہش ہے جس کو دیگر کتب مقدسہ
 مذاہب عالم نے پورا نہیں کیا۔ صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق بھی اس اصول کو
 نظر انداز نہیں کرتا بلاشبہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اُن صفات کو جنکو قرآن
 کریم نے پیش کیا۔ ایک حد تک دوسری کتب بھی بیان کرتی ہوں لیکن اُنکو دلائلِ
 مبتنیہ کے زور سے ثابت کر دکھانا یہ صرف قرآن کریم کا ہی حصہ ہے صفاتِ باری تعالیٰ
 کے متعلق فرمایا۔ **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ**
هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الخ اللہ ان وہ اللہ جو تمام صفاتِ کاملہ کا مستجمع ہے
 اُسکے سوا کوئی قابلِ پرستش معبود نہیں قرآن کریم نے اس مختصر سے جملے کے اندر
 اس راز کو کامل طور پر مبرہن کر دیا۔ کہ چونکہ فطرتِ انسانی کی کمزوریوں احتیاجوں
 اور ضرورتوں کی کوئی حد نہیں اسلئے اس کا مداوا بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کہ جسکے
 اندر ان لامحدود ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے لامحدود حسن و احسان کے جملہ حالات

کبریٰ موجود ہوں۔ پھر اسکے ساتھ ہی وہ عالم الغیب و الشہادۃ بھی ہو وہ فطرت
انسانی کے نہاں در نہاں اور چھپے ہوئے فطری تقاضاؤں اور امراضِ فاسدہ کا علم
رکھنے والا ہو یا روحِ انسانی کی آبتدہ تربیت اور ارتقاء کیلئے جن اسباب کی فروز
ہے (جو اس وقت عالم غیب میں ہیں) اور جس حسن و احسان کی اسکو اس وقت تلاش ہے
وہ سب ذاتِ باری تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ایک نادان انسان جو خداوندِ عالم کو
روح کا خالق نہیں مانتا وہ کیونکر خدا تعالیٰ کو روحِ انسانی کی غیب الغیب بتائے اور
نہاں در نہاں امراض کا عالم قرار دے سکتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
وَلَعَنَهُمَّا لَوَلَّوْا۟ لِسُوْسٍۭۤ اِدْبَ كَفْسًا۔ اور ہم ہی نے انسان کی مٹی کا خمیر اپنے
ہاتھوں کو نڈھال ہے۔ اسلئے ہم ہی اسکو جانتے ہیں کہ جو فساد اس خمیر کے اندر
اُٹھیکا ہوا الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اسی نے تمہیں وجودِ خلقت اور بقاء کا
سامان عطا کیا اور وہی تمہارے افعال و اعمال کے بہترین نتائج مرتب کریگا۔
وہ انسان جو خدا تعالیٰ کو ہمارے اعمال کی پاداش کی بنا پر محض منصف اور عادل
خیال کرتا ہے۔ اور ابدالآباد کے لئے روحِ انسانی کو تماشخ کی زنجیروں میں
جکڑ دیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا کس منہ سے اقرار کر سکتا
ہے۔ "الملك القدوس السلام" اسلام جس خدا کو منوانا چاہتا ہے وہ
محض منصف اور عادل نہیں بلکہ اس کی حیثیت اپنی مخلوق کے ساتھ مالک
کی حیثیت ہے۔ ایک منصف اور عادل بلاشبہ انسان کے محدود اعمال کا ثمرہ
لا محدود دہنیں دے سکتا۔ لیکن انسان کی فطرت ایسے خدا کو دھکے دیتی ہے
اسکو اپنے لامحدود فطری تقاضاؤں اور ابدی سجات کی خواہش کو پورا
کرنے کے لئے ایک منصف اور عادل خدا کی نہیں بلکہ ایک رحمن رحیم اور
مالک خدا کی ضرورت ہے۔ ہاں ایک ایسا مالک خدا جو قدوس اور اسلام
بھی ہو۔ نہ تو اسکی ذات میں کوئی نقص ہے اور نہ اس کے نزدیک میں کوئی کمی۔ اہل
سے اس کی ذات صفات افعال اور احکام میں ابھک کوئی عیب واقع نہیں ہوا
ہلے وہ مؤمن۔ الہمین، العزیز، البتار۔ المتکبر، من کاوینوداللا و پھر ان کی مخالفت کرنے والا بیظیر وہ انسان

کی تمام قسم کی احتیاجوں اور کمزوریوں کو پورا کرنے والا ہے فطرتی فقر کو
 غنا سے اور کسر کی عطا سے اصلاح کرنے والا ہے۔ قدوس ہے۔ ابدالآباد
 تک اس کی ذات اصفاً، انحال اور احکام کے اندر کوئی فتور نہ ہوگا
 اس لئے وہ المتکلم ہے۔ یہ ایک عجیب نکتہ ہے کہ قرآن کریم جب کوئی
 صفت خداوند عالم کے حسن کی بیان کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اُس کے
 احسان کی صفت بھی بیان کر دیتا ہے تاکہ ایک طالب صادق کے لئے
 یہ مُرشد ہو کہ اس کی صفات حسنہ صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں اور
 وہ ایک مقفل اور مسدود خزائن نہیں بلکہ وہ اس کے احسان کے ذریعے اپنا
 عکس حقیقی پرستاروں پر ضرور ڈالتی ہیں۔ انسان کی روح میں ایک پیاس
 ہے۔ اُس کی تسکین کا سامان اس ذات میں موجود ہے اور اُس کے احسان کے
 ذریعے وہ انسان کو ملتی ہے اللہ تمام المذبح کے محاسن کا خزانہ ہے اس کے
 بالمقابل انسان اپنی ذات سے اُن تمام محاسن سے یکسر غالی اور محتاج ہے
 ارشاد ہوتا ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ - أَمِى - فَاَعْبُدُوا اللَّهَ - اللَّهُ كَرِهُمُ**
 اپنی تمام ان احتیاجوں - ضرورتوں اور حقیقی تمناؤں کو ایک پیاسے انسان
 کی طرح ڈال دو۔ **عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** - وہ تمہاری ان تمام فطری
 تشنگیوں کا علم رکھتا ہے اُس کے رحمانیت اور رحیمیت کے احسانوں کے
 ذریعے سے تمہاری تسکین تم کو ملے گی۔ **أَلَمْ لِكُ الْعُنْدُ مِنْ الْمَلَكِ**
 وہ قدوسیّت اور سلامتی کا بادشاہ ہے اور یہ اُس کا حسن ہے۔ یہ تقدس،
 اور سلامتی یا حسن اُس کے حقیقی طالبوں کو مومن اور ہمہمین احسان کی صفات
 ذریعے سے پہنچے گا یعنی من دمان اُن کو ملے گا۔ اور اُن کے اس امن کی حفاظت
 کی جائے گی۔ وہ چونکہ اپنے حسن کے لحاظ سے عزیز یعنی بے نظیر ہے اس
 لئے اُس کا یہ حسن اُس کی صفت اُلجبتا کے ماتحت انسان کی تمام احتیاجوں
 کسروں اور کمزوریوں کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ انسان کے فطرتی فقر کو
 اپنے ذاتی غنا سے انسان کی طبعی کسر کو اپنی ذاتی کسب پائی سے پورا کر نیوالا

ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات پر جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں، مفصل ریویو کی اس رسالہ میں گنجائش نہیں، مختصر یہ کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے بالمقابل انسان کی ضروریات اور مایحتاج کو اس طرح پہلو پہلو بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس پر غور کرنے سے ایک طالب حقیقت کے لئے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ انسان کو کس قسم کے خدا اور کن صفات سے متصف اللہ کی ضرورت ہے۔ نہ صرف عربی زبان میں بلکہ زبان سنسکرت میں بھی یہی ایک خدا کا نام ہے۔ ہاں اس کی ذات اور صفات کے متعلق کامل علم صرف قرآن مجید میں ہی دارو ہے اور وہ یہ وغیرہ دیگر کتب اس سے یکسر خالی ہیں اور اس پر مقدمہ سبب مندرجہ اور خود خود کی اپنی شہادت گذشتہ اور اق میں گذر چکی ہے۔ مبارک ہے وہ جو ایسے مستجمع جمیع صفات کاملہ اللہ پر اور اس کے مخبر صادق رسول صلعم پر ایمان لاتا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ۝

عبدالحق -

احمدیہ بلڈنگس

لاہور -

ہی اپنے دعادی کے دلائل درج زمانے ہیں از تصنیفات حضرت سیح موعودہ ۱۵

۱۵) اسلامی اصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس ضمنوں پر مشتمل ہے جو مجدد صدی
چہار دہم نے جلد ۱۱۹۹ء میں تصنیف فرمائی۔
جہاں بیگانوں کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا شکار بن رہا ہے بد قسمتی سے خود
اسلام کی بے اعتنائی و نااعتنائی کا سچھ کم ستم رسیدہ نہیں، اللہ تعالیٰ سے
روشنی پا کر امام ہمام وقت نے ان صفحہات میں ان مافوق انادراک مسائل پر روشنی
نورانی ہے جن کی عقدہ کشائی سے بڑے بڑے فلسفی ناکام رہے ہیں بسلم و غیر مسلم دنیا پر
جو اسلام کی حقیقی خوبوں سے نا آشنا ہے ان ادراک کے مطالعہ سے یہ حقیقت
ظہور میں آسکتی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲

۱۶) سلسلہ تصنیفات

مقام فتح اسلام اور ازاد امام شامل ہیں ان میں مختلف مذہبی مسائل پر روشنی
دلائل و حجت لکھی ہے اور بہت سے حقائق کو حل کیا گیا ہے وجود ملائکہ و قات سیح نزول ابن مریم کو قرآن کریم اور
حج و براہین قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنہ ۱۶

۱۷) الوصیت

اس میں حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وصیت درج فرمائی
ہے جس آپ نے حسب منشاء انھی اپنی وفات سے پہلے لکھ کر شائع کی
اب بی ضروری نوٹ مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ دیکھیں سچیر حضرت
میرزا صاحب سیح موعودہ جس آپ نے انجمن کے متعلق لکھی دربارہ احمدیہ انجمن اشاعت
اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کیا۔ قیمت ۱۷

۱۸) تصنیفات حضرت مولانا مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ

انگریزی زبان میں ترجمہ قرآن شریف سیح عربی متن مفت نوٹوں کے
ترجمہ القرآن انگریزی نہایت لطیف تفسیر لکھی ہے، لکھائی چھپائی نہایت عمدہ
انگلتن و سبندستان کے مشہور اہل حکم نے اس ترجمہ کے متعلق نہایت عمدہ امداد کا اظہار
کیا ہے یہ ترجمہ ولایت میں دو ایڈیشنوں میں چھپا گیا ہے ۱۸

قسم اول انڈیا پیپر نہایت خوبصورت چھکدار جلد اور قیمت ... عتہ
 قسم دوم سوئی مضبوط جلد ولایتی کاغذ قیمت ... عتہ
 خرچ :- محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ

فکات القرآن

پانچ پاروں پر تفسیر سی لٹ لکھے گئے ہیں جن میں زمانہ حال کی ضروریات اور غیر مذاہب والوں کے اعتراضات کو جو وہ قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں پیش نظر رکھ کر یہ لٹ لکھے گئی ہیں۔ قیمت جلد اول ۸ مدم ۸ سوم ۱۰ چہارم ۸ مدم
سیرت خیر البشر شروع کتاب میں عرب کا نقشہ دیا گیا ہے۔ ملک عرب کی جزائی حالت اور اس کا تعلق دوسرے ممالک و اقوام سے بتایا گیا ہے۔ بعد میں تمام حصص میں مذہبی تاریکی اور روحانی فیض کا مفقود ہونا۔ اور آپ کی بعثت سے پہلے اور بعثت کے موقع پر کے چید بڑے بڑے نشانات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ظہور پذیر ہوئے۔ اور پھر زمانہ سپہن سے لیکر عمر تک کے حالات درج ہیں اس بے نظیر تصنیف میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق خالصانہ پر محققانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاکہ نبی نوع انسان کے لئے باہم اور اہل اسلام کے لئے باہم مخصوص روزانہ عملی زندگی کے مختلف شعبوں میں مشعل راہ ہو۔ الغرض یہ نادر کارنامہ جن جو اہل بیڑوں پر مشتمل ہے، اسکے لئے قابل مؤلف کی ذات کا فیضانت ہے۔ جن کے تبحر علم اور زور قلم کا اندازہ جناب ممدوح کی تصنیف انگریزی ترجمہ القرآن سے بخوبی ہرکتا ہے جسکو نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ مغربی ممالک میں بھی عالمگیر مقبولیت حاصل ہو چکی ہے قیمت درجہ خاص سے درجہ دوم کا دو پیسہ۔ مجلد ہے۔ بے جلد عتہ

مقام حدیث

یہ تازہ تصنیف نہایت ہی قابل قدر ہے جس میں قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب ہے اس میں علامہ ضروری حدیث کے جمع حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے۔ ہر ایک شخص جسے محضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اقوال کے ساتھ محبت اور عشق منظور ہے اس کتاب کو ضرور پڑھے۔ یہ کتاب ۱۳۰ صفحات کی ہے۔ اس کے شروع میں بیخیزت صلح کے اس خط کا عکس دیا گیا ہے جو آپ نے مغوش شاہ مصر کو لکھا تھا اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ قیمت بجلد عتہ عتہ

پاک پبلشرز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ پبلشرز لاہور